

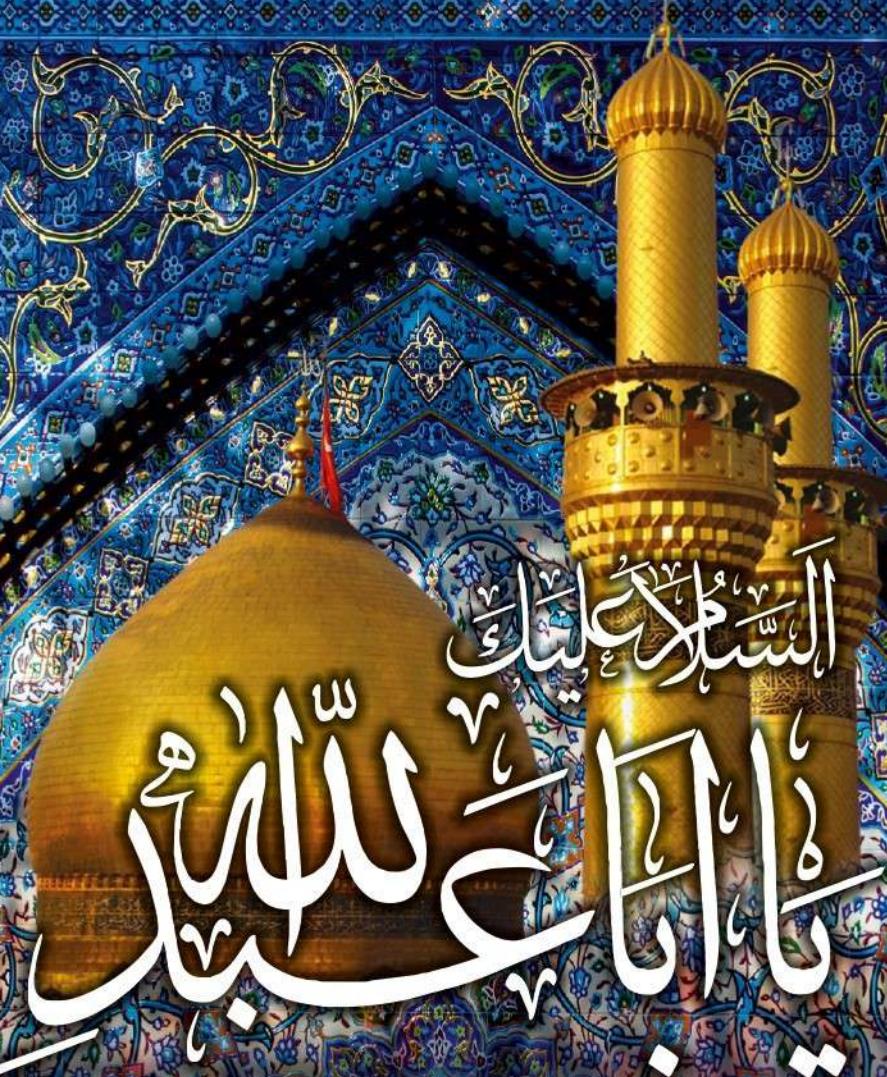


خصوصی شمارہ

# القائِمُ الْمُنْتَظَرُ

محرم الحرام ١٤٢٣ھ

MRP Rs. 15/-



السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَرِيعَ الْعَبْرَةِ السَّاَكِنَةِ  
وَقَرِينَ الْمُصِيبَةِ الرَّاتِبَةِ

سلام ہو آپ پر آپ کی شہادت پر مسلسل اشک روایت ہیں  
اور آپ کے مصائب ہمیشہ تازہ ہیں۔

(زيارة امام حسین علیہ السلام در روز عرفه)

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ الْعَصْرِ (ع) أَدْرِكْنَا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## فراز کا میاپی

**فُزُتْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ**

”کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا“

جب مولا علی علیہ السلام کے سر اقدس پر ضربت لگی وہ وقت سحر تھا لیکن ابھی آفتاب کی کرنیں اپنے برج سے نکل کر زمین کی طرف نہیں اتری تھیں۔ گویا نورِ سحر کی آمد کی نوید آ رہی تھی۔

علی علیہ السلام کا سر سجدہ سے اٹھا اور آپ کے سر پر ابن ماجم نے ضربت لگائی۔ زخم بہت کاری تھا اور آپ سر کے زخم پر خاک ڈال رہے تھے اور فرماتے تھے۔

**مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى**

(سورہ طہ، آیت ۵۵)

اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹا سکیں گے اور اسی سے دوبارہ تمہیں نکالیں گے۔

خدا کی مشیت کا علم اسی کے پاس ہے وہ تمام عالمیں کے ماضی اور مستقبل کو اپنے دست قدرت میں رکھتا ہے اور ہر شے پر غالب

ہے۔

وہی خدا وہ ہے جس نے انسان کو خلق کیا اور اسے اشرف الخلوق قرار دیا اور اس اشرفیت پر زندگی بھر قائم رہنا اس مخلوق کے اختیار میں ہے۔ وہ خدا وہ ہے جس نے اپنی شریعت کے حدود قائم کئے اور اسے صراطِ مستقیم کے نام سے مستعار کیا۔ اور اس کی کامیابی کے لئے انسان کو عقل و خرد کی روشنی دی اور معیارِ سفر کے لئے راستہ واضح اور روشن کر دیا کہ اس راستے پر گزرنے کے لئے ان پا کیزہ اور برگزیدہ بندوں کی روش حیات کو نظر میں رکھیں جو غیر مغضوب ہیں اور جو کبھی گمراہ نہیں ہوتے اور جو ہماری نعمتوں کے حامل ہیں۔ اور یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور آخرت کی زندگی دائم اور قائم رہے گی۔ خدا نے جب اس دُنیا کو اور اس کی زندگی کو دامنی زندگی کا پیش نیمہ بتایا ہے اور کامیابی کے ساتھ گز رجانے کے لئے تمام اسباب فراہم کر دیئے۔ اس کا علم دے دیا تو اس دُنیا کو آزمائش اور امتحان گاہ قرار دیا ہے۔ دیکھو خبردار ہو۔ سنبھل سنبھل کے قدم رکھو خطرات سے یہ دُنیا بھری پڑی ہے۔ اگر بھکلے یا حدود شریعت سے قدم باہر نکالا تو اس کے لئے عذاب شدید ہے۔

**إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَيْتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ**

(سورہ آل عمران، آیت ۲)

فرما کر کہ یا بحسن آپ اس طرح ان مظالم کے سامنے کیوں خاموش ہیں؟ جواب میں مولا نے فرمایا بی بی آپ کے پدر بزرگوار کی وصیت کی ہمدرت اور عظمت کا لحاظ ہے اور وہ میرا فریضہ ہے۔

مولانے کے اس جواب کے بعد ہر انصاف پسند اور حق پرست انسان کے لیے یہ آشکار ہو جاتا ہے کہ جس شاہزاد، شیرخدا کی ذوالفقار سے مرحباً و انتر کی قوم کا نبی ہوا س کے گلے میں رسمی باندھ کر کھینچ کر لے جایا جائے اور آپ صبر کے کوہ گراں کی طرح اپنے رسول ﷺ کی وصیت پر قائم رہیں۔

### کامیابی

لفظ کامیاب ایک خوش آئندگی خبر پر منحصر ہوتا ہے ناکہ وہ کرب و بے چینی کا ترجمان ہو راقم الحروف کا قلم ٹوٹ رہا تھا جب امیر المؤمنین علیہ السلام کے لب ہائے مقدس سے نکلے ہوئے لفظ کامیاب کی نوید جو آج تک تاریخ میں گونج رہی ہے فکر مہیز ہوئی اس پر کہ جو گوشہ قلب میں جب آتی ہے تو وہ ذات جس کا نام نامی علی علیہ السلام ہے کس قدر ماضی، حال اور مستقبل پر چھائی ہوئی ہے۔ امروز و فردا کی تہلکہ خیز خبریں ماضی کی تاریخ میں چھلک

اس مضمون کی تمہید یا مقدمہ کے بیان کو چند جملوں میں سمیٹ کر قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کرنا مقصود ہے کہ ہمارے مولا علی علیہ السلام نے یہ کیوں کہا کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

یادش بخیر علی علیہ السلام امیر المؤمنین اور سید الوصیین ہیں۔ آپ علیہ السلام مرسل اعظم ﷺ کے ایسے وصی ہیں جن کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ واضح رہے کہ لاکھ مصیتیں آئیں، پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے، سمندر کی طوفانی موجیں آبادیوں پر قہر بن کر ٹوٹ سکتی ہیں لیکن وصی اپنے وصایت کے فریضے سے ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت نہیں برتبے گا۔ آپ (مولانا علی علیہ السلام) انبیاء ماسبق سے بھی افضل درجہ رکھتے ہیں۔

### رازِ پشتِ رازِ ہا

ان وقت رفتہ کے لمحات کے راز ہائے سر بستہ کو کون سمجھ سکتا ہے؟ جب مرسل اعظم ﷺ اپنی آخری سانسوں کے ساتھ علی علیہ السلام سے کہہ رہے تھے ”علی جب سب لوگ دُنیا کی طرف چلے جائیں تو تم ہمارے دین کی حفاظت کرنا۔“ اس رازِ پشتِ رازِ ہا کو جناب زہراء سلام اللہ علیہا نے ایک مرتبہ اس طرح روشن کر دیا یہ

### فہرست

.....	فراز کامیابی.....
۱	امام حسین علیہ السلام پر گریہ متعلق چند داستانیں.....
۵	مدنیت میں امام حسین علیہ السلام پر گریہ وزاری
۱۱	صرف عزا کون؟.....
۱۸	امام حسین علیہ السلام کا ایک مناظرہ.....
۲۳	

پر نظر ڈالی۔ ارشاد ہوا۔ توریت، انجلیل یا قرآن یعنی ماضی  
حال مستقبل سب کو ایک جملے میں سمیٹ لیا۔

ولادت باسعادت افلا کی مجذرات کے ساتھ سب سے  
روشن نشانی تھی کہ رسالت، وصایت کی خوش خبر سے دوچار ہوئی،  
منزل بہ منزل وصی رسول ﷺ کا عرفان مرسلِ اعظم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ دنیا  
کے سامنے دیتے رہے۔ بعثت ہو، بحیرت ہو یا مباهلہ ہو یا غدر ہو  
پوری تاریخ شاہد ہے کہ ہر موڑ پر ہر قدم پر علی ﷺ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ  
کے ساتھ اس طرح رہے جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔  
ہمارے علماء وذاکرین کے تفصیلی بیان سے قوم سرفراز ہوتی رہی۔  
اور پھر اتمام نعمت شریعتِ دینی سے متعلق روایت کی ایک لمبی  
فہرست ہے۔ یہاں خبیر، بذر و حنین کا ذکر ایسا ہے جیسے سورج کو  
چراغ دکھانا۔

عیاں راچ بیاں یہاں موضوع علی ﷺ کا جملہ کعبہ کے رب  
کی قسم ہم کامیاب ہو گئے، اس تضاد پر روشنی ڈالتا ہے کہ ایسے  
موقع پر لفظ کامیاب کتنا معنی خیز اور کس قدر افلا کی قدر ہوں سے  
روشن اور بے بس ہوا ہے۔ اس کرب و بے چینی کے عالم میں علی  
علیہ السلام کا کامیاب ہونے کا اعلان تضاد ہیں بلکہ صاف ظاہر ہوتا ہے  
کہ یہ حکمِ الہی ہے جو بارگاہِ معبود میں اسان اللہ کی زبان پر آیا۔

علی علیہ السلام امیر المؤمنین ہیں سید الوصیین ہیں، معصوم ہیں۔  
ذرا کر بلاء آئیے۔ لفظ کامیاب کس طرح حسین علیہ السلام کے کاروان  
کے شہیدوں پر منطبق ہوتا ہے اس کا اجمالاً ذکر مقصود ہے۔

شبِ عاشورہ ہے حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جمع کیا چراغ  
گل کر دیا اور فرمایا: تم لوگوں پر سے ہم اپنی بیعت اٹھائے لیتے  
ہیں۔ رات کی تاریکی میں چلے جاؤ میں تم سے راضی ہوں۔ اپنے

رہی ہیں۔ حال پر نظر کریے تو لگتا ہے چاروں طرف آگ برس  
رہی ہے انسانیت اور شرافت جسے دین کی قدر ہیں کہتے ہیں اس پر  
ہر جانب سے زہریلے پتھروں کی بارش ہو رہی ہے یہ تو قلم کی  
کوتا ہی ہے ورنہ بیان میں اٹھتے آگ کے شعلے، سکتے یتیم بچے،  
پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے غریب کی کثرت اور استھصالِ ظلم  
ذخیرہ اندوزوں پر بے رحم افراد کی حکمرانی اور سیاستگری اور ان  
کے افراد گروہ دار گروہ چلے آرہے ہیں۔ کون ہے جو کوفہ سے علی  
علیہ السلام کی حکومت میں ”ناظر المظلومین“، (علی علیہ السلام نے ایک  
ادارہ قائم کیا تھا جس میں کچھ افراد معین کیے تھے جن کا کام تھا  
مظلوموں پر نظر رکھنا) کے ادارہ کی بنیاد پر قدم بڑھائے۔ یہ تو  
کہتے ہے کہ ہمارے عالم صاحبانِ منبر سے اپنے ذکر و فکر سے اہمیت  
اور ثابت قدیمی کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ اور ہماری قوم کو معرفت  
علی علیہ السلام کی تعلیم میں کوتا ہو دستی سے کام نہیں لیتے۔

رقم الحروف اس کامیاب ہونے کے فاسفہ اور دور رس  
نتانجہ پر دو چار مرحلے جو مولائے کائنات کی زبان سے نکلے ہیں  
بیان کر کے اس مضمون کے متن کو سہیٹنے کی کوشش کرے گا۔ یعنی  
مولانا علی علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ پر کہاں کہاں لفظ کامیاب منطبق ہوا  
ہے۔

۱۔ آپ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا وقت آیا۔ دیوارِ کعبہ  
کھل کھلا کر نہیں پڑی۔ کچھ مٹی نشان بن کر انعامِ آخرت  
کی خبر دینے لگی اور دیوار میں دار بن گیا۔ یاد رہے ہی مٹی ہی  
اس زمین کا اول ہے اور یہی اس دُنیا کی آخر ہے۔ (سورہ  
طہ کی آیت اور ترجمہ ذکر کر رکھے)

۲۔ دستِ نبوت پر آئے سب سے پہلے رُوئے مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ

سے امیر المؤمنین علیہ السلام کی حیات دنیوی اور شہادت تک کی سیرت کے بہت سے شعبہ روشن ہو گئے ہیں۔

منبرِ سلوانی کے معلم کے اس فرمان میں کتنی طاقت، بلندی، اونج، وسعت، نور، درجہ بدرجہ آفاقیت اور راز ہائے سربست خلقتِ انسانی کس قدر ہے، اس کے پرتو میں ایک سفرِ نظر آتا ہے جو مسجدِ کوفہ سے بخف، کربلا، خراسان اور سامرا تک حق پرستوں کا (سفر) ہے۔

جہاں عقلِ حیران ہو جاتی ہے دلیلِ امتحیرین کی مکمل نازل ہوتی ہے۔ اس کے روز، حق جانے یا حق کا ولی جانے۔ لیکن ایسے علمِ لدنیٰ کا عالم جو کہتا ہے میں دُنیا سے زیادہ آسمانوں کے راستوں سے واقف ہوں، اس کا وارث اس کرہِ زمین کی رونق ہے، وہ خورشیدِ امامت حاضر بھی ہے ناظر بھی اور غائب بھی۔ ہم تمام شیعیان علی ابن طالب علیہما السلام، ان کے حضور میں اور ان کی بارگاہ میں بھی ہیں اور یقین کے ساتھ قرآن میں پڑھتے ہیں جو خدا فرماتا ہے۔

### إِنِّي مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظَرِينَ

(سورہ یونس، آیت ۲۰)

مٹی کی تخلیق پر اترانے والے منکرین و معاندین نے اس زمین میں حق پرستوں پر چاروں طرف سے یلغار کی ہے۔ اگر آپ کی پناہ گاہ نہ ہوتی تو ہم کہاں جاتے۔ مولا، آپ ہی تو رونق حیات ہیں غیبت کی نقاب اٹھائیے۔ آپ کے چہرہ روشن کے دیدار کے لئے آنکھیں آپ کی راہ پر لگی ہوئی ہیں۔

اللَّهُمَّ أَرِنِي الظَّلْعَةَ الرَّشِيدَةَ وَ الْغُرَّةَ  
الْحَمِيمَةَ

ساتھ ایک بچے کا ہاتھ پکڑ کر لے جاؤ۔ وقفہ۔ چراغ روشن کیا، کوئی صحابی اٹھ کر نہیں گیا۔ سب کی ہمت اور حوصلہ اتنا بلند تھا جس کے لئے کوئی لفظ نہیں ملتا جو بیان کروں۔ امام حسین علیہ السلام نے سب کو صرف خبر کامیابی نہیں دی بلکہ بہشت میں ان کے لئے کیا کیا موجود ہے سب کچھ دکھایا۔ دُنیا میں کامیابی اور اس کی آخرت میں سند کے طور پر نعمتوں کے سلسلہ سب کچھ سامنے تھے۔ لیکن اس بزم میں حرنہیں تھا۔ وہ توصیحِ عاشوراً یا تھا۔

دلیل قابلِ غور ہے۔ حر شہید ہونے کے قریب ہیں ماتھے پر رومالِ زہر اسلام اللہ علیہما بندھا ہوا ہے۔ سرِ حسین علیہ السلام کے زانوپر ہے۔ سانس کی رفتار اکھڑ رہی ہے۔ آنکھ بند ہے۔ حسین علیہ السلام نے فرمایا حر آنکھیں کھولو۔ حر نے آنکھیں کھولیں آپ نے فرمایا میری دو انگلیوں کے پیچ دیکھو۔ پھر فرمایا۔ ”حر کیا دیکھا؟“، ”حر نے اکھڑتی سانسوں کے درمیان فرمایا۔ ”اپنا گھر دیکھ لیا۔ طوبی دیکھا۔“

ربِ کعبہ کی قسم حر کامیاب تھے۔ سند اس کی حسین علیہ السلام سے مل گئی جس کے لئے اقبال نے کہا ہے۔

نقشِ الا اللہ بر صحرا نوش  
سطر عنوان نجات ما نوش  
پورے صحراء پر میرے حسین علیہ السلام نے نقشِ الا اللہ لکھ  
دیا۔ یہی سطر تمام مومنین کے لئے نجات کا عنوان  
ہے (سرمایہ ہے)۔

یہاں اعلیٰ سطح کے دانشمندوں نے عقدہ کشائی کی ہے اور یہ جملہ ”ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا“، اور وہ آیت قرآنی جس کی تلاوت اس جملہ کے بعد کی گئی ہے، اس کی شرح و بسط

# امام حسین علیہ السلام پر گریہ سے متعلق چند داستانیں

ہوتا ہے، کیونکہ وہ بی بی ہر روز گریہ فرماتی ہیں۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: کیا تم پسند نہیں کرتے کہ ان لوگوں میں ہو جاؤ جو فاطمہ سلام اللہ علیہا کی مدد کرتے ہیں۔

۵۔ اور امام زمانہ علیہ السلام کی ہمراہی بھی ہوتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

فَلَا نَدْبَنَّكَ صَبَاحًا وَ مَسَاءً  
اے میرے جد بزرگوار! میں ہر صبح و شام آپ کے لئے نالہ و گریہ کرتا ہوں۔

۶۔ انبیاء اور ملائکہ اور بندگان صالح کی تائی ہے، چونکہ یہ حضرات بھی امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر گریہ کرتے ہیں۔

۷۔ خدا کی صلوuat کی لیاقت پیدا کر لیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ:

أَلَا وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى الْبَارِكَيْنَ عَلَى الْحُسَيْنِ  
رَحْمَةً وَشَفَقَةً  
جانِلو! اللَّهُ أَمَامُ حَسِينٍ علَيْهِ السَّلَامُ پر رونے والوں پر درود و سلام پھیجنما ہے رحمت و شفقت کے ساتھ۔

(بخار الانوار ۳۰۳، ۳۰۴، صحاب رحمت تالیف عباس)

اسا عیل یزدی ص ۷۹۶)

۸۔ پیغمبر اور اہل بیت علیہم السلام کی شفاعت حاصل ہوتی ہے

قارئین محترم! امنظر کے مختلف شماروں میں امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے کے بہت سے فوائد روایات کی روشنی میں بیان ہوئے ہیں۔ اسی کے ساتھ مجالس عزا میں منبروں سے بھی ذاکرین برابر گریہ کی فضیلت و فوائد بیان کرتے رہتے ہیں اور آپ حضرات مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

”الخصائص الحسينية“ میں مرحوم آیت اللہ شیخ جعفر شوستری قدس سرہ متوفی ۲۰۲۳ھ نے بعض فوائد کا تذکرہ کیا ہے۔ ہم یہاں چند فوائد و فضیلت کا تذکرہ کرتے ہیں پھر اپنے اصل موضوع کا ذکر کریں گے۔

## فوائد گریہ

۱۔ کفارہ گناہ ہے۔ اہل بیت علیہم السلام پر گریہ کرنے والے کا کوئی گناہ باقی نہیں رہ جاتا۔ اس سلسلہ میں بہت سی روایتیں موجود ہیں۔

۲۔ درجات کا بلند ہونا ہے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اوصیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی کا مرتبہ و مقام نہیں ہے۔ گریہ کرنے والا درجات میں ان حضرات کے ساتھ ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صلحہ ہے گریہ کرنا۔

۴۔ گریہ کرنے والا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ہمراہ

کیا اور کہا: اسے عقل قبول نہیں کرتی، بحث شروع ہو گئی اور پھر سب متفرق ہو گئے۔

اسی شب خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہو گئی ہے اور لوگ ایک ہموار زمین پر اٹھائے گئے ہیں، ۔۔۔ گرمی نے شدت اختیار کر لیا اور پیاس غالب ہو گئی، پانی کی طلب میں ہر طرف بھاگ لیکن نہ پایا، یہاں تک کہ اُس نے ایک بہت بڑے حوض کو دیکھا کہ جس کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ اُس کے کنارے دو مرد اور ایک عورت کا لے لباس میں غمزدہ کھڑے ہیں۔

اُس نے پوچھا! یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہما السلام۔

کہا:- یہ لوگ کیوں کالا لباس پہنے ہوئے ہیں اور کیوں غمزدہ ہیں؟ لوگوں نے کہا: کیا آج عاشورہ نہیں ہے؟! یہ لوگ اسی لئے غمزدہ ہیں۔

وہ کہتا ہے کہ میں حضرت فاطمہ علیہما السلام کے پاس گیا اور پانی کے لئے درخواست کی۔ آپ نے مجھ پر غصہ کی نظر ڈالی، فرمایا: تم میرے نور چشم حسین پر گریہ کے منکر ہو، کیا اُسے ظلم و دشمنی کی بناء پر قتل نہیں کیا؟ خدا العنت کرے اُسے قتل کرنے والوں اور اُس پر ظلم کرنے والوں پر، اور ان لوگوں پر جنہوں نے اُسے پانی پینے سے روکا۔

پھر میں ڈرا ہوانیند سے بیدار ہوا اور اپنی بات پر پیشمان ہوا اور بارگاہِ خداوندی میں توبہ کی۔

(صحابہ رحمۃ اللہ علیہم سے ۹۹ تا ۱۰۰ اپنے نقل از بخار الانوار

(۸۳/۲۹۳، ترتیب طریقی ۲/۲۹۳)

گریہ کرنے والے کو۔

۹۔ ہر عمل صالح ایک محدود ثواب رکھتا ہے لیکن سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ کا ثواب حد نہیں رکھتا۔

۱۰۔ گریہ سے امام حسین علیہ السلام کی محبت پیدا ہوتی ہے اور ان کے دشمنوں سے بعض بڑھتا ہے۔

### تذکر

ہر عمل کے لئے شرط ہوتی ہے اور ان اعمال و اجر کے لئے بھی شرائط ہیں۔

اب ملاحظہ ہوں امام حسین علیہ السلام پر گریہ سے متعلق چند داستانیں۔

### پہلی داستان:

سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ کرنے سے انکار، حضرت زہرا سلام اللہ علیہما کی ناراضگی کا سبب سید علی حسین سے نقل ہوا ہے کہ فرمایا: مشہد میں عاشورہ کے دن ہمارے دوستوں میں ایک دوست "مقتل" پڑھ رہے تھے، اور پڑھتے پڑھتے اس حدیث پر پہنچ کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:-

"جس شخص کی آنکھ سے امام حسین علیہ السلام کی مصیبت میں آنسو رواں ہو جائیں اگرچہ مکھی کے پر کے برابر ہو، خداوند اُس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے اگرچہ دریا کے جھاگ کے برابر گناہ ہوں۔"

ایک شخص مجلس میں موجود تھا اُس نے اس حدیث کا انکار

دنیا میں اپنے اعمال بد کی وجہ سے جہنم کا مستحق تھا! میں نے کہا:  
ہا۔

اُس نے کہا: میں طالقان میں نمک کی ایک کان کا مالک تھا اور ہر سال اُس سے ہونے والی آمد نی کو بھیج کر تھا تھا تاکہ ان پیسوں کو حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام کی عزاداری کو قائم کرنے میں خرچ کیا جائے اور یہ محل اور مقام و مرتبہ اُسی عمل کے بد لے میں مجھے دیا گیا ہے۔

تعجب کے ساتھ میں خواب سے بیدار ہوا اور دوسرے دن مجلس درس میں اس خواب کو بیان کیا۔

عالم فاضل مولا مطیع طالقانی کے فرزندوں میں سے ایک نے کہا: آپ کا خواب صحیح ہے۔ میرزا نبی خان طالقان میں نمک کی ایک کان کے مالک تھے جو کہ ہر سال تقریباً سو تومان (اُس زمانہ کے پیسے کے حساب سے) کان کا کراچی ملتا تھا، اُسے بھیج کرتے تھے اور میرے والد کی نگرانی میں حضرت سید الشہداء کی عزاداری پر خرچ ہوتا تھا۔

(صحابہ رحمۃ اللہ علیہم ص ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، نقل از دارالسلام ۲۳۳/۲)

### تیسرا داستان:

عزاداری قائم کرنے والے پر امام حسین علیہ السلام کا لطف  
مرحوم فاضل دربندی نے اپنی کتاب ”اسرار الشہادۃ“ میں لکھا ہے: ایک شخص ہندو مذہب کا تھا اور اُس کو لقب ملا تھا ”الفتحار اللہ ولہ“ جو کہ حکومت ہند میں ”مستوفی الملکی“ (حکومت میں مالی معاملات کا انچارج) کے عہدے پر فائز تھا۔

### دوسری داستان:

عزاداری حضرت امام حسین علیہ السلام کے اثرات بزرخ میں مرحوم محمد شمس نوری قده سرہ نے اپنے استاد بزرگوار عالم جلیل القدر علامہ شیخ عبدالحسین تہرانی سے نقل کیا ہے کہ میرزا نبی خان، جو کہ محمد شاہ قاجار کے خواص میں ہوا کرتے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو ہر طرح کے گناہ میں ملوث تھے اور ظاہری طور پر فسق و فجور میں ضرب المثل ہوا کرتے تھے، جب اُن کا انتقال ہوا تو میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک سرسبز باغوں میں سے ایک باغ میں اور عالیشان عمارتوں کے درمیان گویا بہشت میں سیر و تفریح کر رہا ہو، اور میرے ساتھ کوئی تھا جو ان عمارتوں اور محلوں کے مالکوں کو پہچانتا ہے۔ ایک جگہ ہم لوگ پہنچنے تو اُس نے کہا: یہاں میرزا نبی خان کا محل ہے، اگر پسند کرو تو انہیں دیکھ لو اُس میں بیٹھا ہے، اور پھر اس کی طرف اشارہ کیا۔

میں اُس کی طرف متوجہ ہوا اور دیکھا کہ وہ اکیلا ایک ہاں (کمرہ) میں بیٹھا ہے۔ جب مجھے دیکھا تو اشارہ کیا کہ آ جاؤ۔ میں اُس کے پاس گیا وہ کھڑا ہو گیا اور مجھے سلام کہا اور مجھے صدر مجلس میں بٹھایا اور خود اُسی انداز میں جیسے زندگی میں بیٹھتا تھا بیٹھ گیا۔

میں اُسکے اس حال اور مقام مرتبہ کے بارے میں سوچ رہا تھا، اُس نے میرے چہرے سے اندازہ لگایا اور کہا: اے شیخ! گویا تم تعجب کر رہے ہو میرے اس مقام و مرتبہ کو دیکھ کر، کہ میں

ہے۔ عربی زبان میں ۲۳۲ مرجلوں، ۱۲ مقدمات اور خاتمه کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ۱۸ مہینہ میں لکھی گئی یہ کتاب روز جمعہ ۱۵ ارذی قعده سن ۱۲۷۲ ھجری کو مکمل ہوئی۔ مؤلف نے قوی اور ضعیف دونوں طرح کی روایات کو اختلاف کے حل کرنے کے ارادہ سے جمع کیا ہے۔ بہر حال امام حسین اور عاشورہ کے موضوع پر ایک تفصیلی کتاب ہے۔ آپ کا انتقال ۱۲۸۵ ریاض ۱۲۸۶ ھجری میں ہوا ہے۔ تقریباً ۷۰ ارسال پہلے یہ کتاب لکھی گئی ہے یعنی ہندوستان میں مغلیہ دور کے اوخر یا برطانوی حکومت کے اوائل میں لکھی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس مستوفی الملک کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ اسی دور کی کسی علاقائی حکومت میں مستوفی الملک تھا، اور بعد میں کربلاء منتقل ہو گیا۔

ہمیں اس واقعہ کی سند پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا ہے لیکن اس واقعہ میں امام حسین علیہ السلام کا یہ کہنا：“قد عافاک اللہ۔۔۔”

روایات اور شیعہ عقائد کے مطابق ہے ائمہ علیہم السلام اور خاص کر امام حسین علیہ السلام کی قدرت مختلف روایات سے تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔ رقم الحروف کا راست عقیدہ ہے کہ عزاداری سید الشهداء کے ایسے اثرات پائے جاتے ہیں۔

### چوتھی داستان:

**باز این چہ شورش است که در خلقِ عالم است**

ایران، عراق، ہندوستان، پاکستان اور تمام دنیا کے عز اخانوں کو ایام عزا میں سجانے کے لئے طغرے، فریم و اشعار وغیرہ لگائے جاتے ہیں۔ کالی چوڑی پٹیوں پر کچھ شعر فارسی زبان

اور وہ مسلمان نہ تھا لیکن ہر سال ماہ محرم میں عزاداری کے براپا کرنے کے لئے بڑی رقم خرچ کرتا تھا۔ ایک سال ہر سال کے مقابلہ میں دگنی رقم خرچ کی اور اتفاق سے ایک شدید مرض میں بیننا ہو گیا اور اتنا شدید کہ حالت احتضار و بیہوشتی میں چلا گیا۔

اچانک اُسے صحت و سلامتی مل گئی، اپنی جگہ سے اٹھا اور مسلمان ہو گیا۔ اُس سے لوگوں نے مسلمان ہونے کا سبب دریافت کیا۔ کہا کہ میں نے حضرت سید الشهداء علیہ السلام کو دیکھا (حالت احتضار میں) کہ مجھ سے فرمایا:-

**قُمْ قَدْعَافَاكَ اللَّهُ تَعَالَى بِبَرَّكَةِ إِقَامَتِكَ  
تَعْزِيزِي**

”کھڑے ہو جاؤ۔ خداوند متعال نے میری عزاداری قائم کرنے کی وجہ سے تمہیں عافیت عطا کی۔“

احکامِ الہی کے سیکھنے کے لئے اُس نے جدوجہد کی اور اُس کا خاندان بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ وہ ہندوستان سے کربلاء ہجرت کر گیا اور قیمتی چیزوں کو آستانِ حسین پر حصہ یہ کیا اور اس وقت بھی الشهداء کے عابدو زاحد لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔

(صحابہ رحمت ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳ نقل از وقائع الایام ۲۲)

اس واقعہ کو سحابہ رحمت کے مؤلف نے مرحوم فاضل دربندی کی کتاب ”اسرار الشہادۃ“ سے نقل کیا ہے۔ اس کتاب کا پورا نام ہے:- ”اکسیر العبادات فی اسرار الشہادات“ لیکن یہ ”اسرار الشہادۃ“ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب امام حسین علیہ السلام اور عاشورہ کے حالات پر مشتمل

مرشیہ کو کس طرح شروع کروں۔  
دوسری رات پھر خواب میں آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرم ا رہے ہیں؟ ”کیوں میرے بیٹے کی مصیبت پر مرشیہ نہیں کہا؟“  
میں نے عرض کیا کہ چونکہ میں نے اب تک اس وادی میں قدم نہیں رکھا ہوں اس لئے نہ کہہ سکا۔  
حضرت نے فرمایا: کہو:

”باز این چہ شورش است کہ در خلق عالم است“  
میں بیدار ہوا، اُسی مصرع کو مطلع قرار دیا اور پھر جو کچھ ہو سکا کہا، یہاں تک کہ اس مصرع تک پہنچا:  
”هست از ملال گرچہ بری ذاتِ ذوالجلال“  
یعنی اگرچہ خدا صاحب جلالت کی ذات ملال و رنج سے پاک و منزہ ہے۔  
میں اس مصرع کے بعد ٹھہر گیا اور فکر میں پڑ گیا کہ اس کا دوسرا مصرع کیا ہو کہ جس سے خدا کے مقام و مرتبہ پر جسارت نہ کروں۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت ولی عصر۔ ارواحدنا فدا۔ تشریف لائے ہیں اور کہہ رہے ہیں: تم کیوں اپنے مرشیہ کو مکمل نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: میں اس مصرع پر بے بس ہو گیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: کہو:

”او در دل است و هیچ دل نیست بی ملال“  
یعنی وہ (خدا) دل میں ہے اور کوئی دل بے ملال نہیں ہے۔  
میں بیدار ہوا، اس مصرع کو اُس پر ضمیمہ کیا اور مرشیہ کو تمام

میں نظر آتے ہیں اور اُس کا پہلا مصرع ”باز این چہ شورش است کہ در خلق عالم است“ ہوتا ہے۔ اس کے معنی ہیں:۔ پھر یہ کیسا شور و ہنگامہ ہے جو خلق عالم (رونما ہوا) ہے؟  
یہ شعر ایران کے مشہور و معروف شاعر محتشم کاشانی (متوفی ۹۹۶ھجری)۔ اُن کا پورا نام علی ابن خواجه میراحمد تھا اور تخلص محتشم تھا اور آپ ”مولانا کمال الدین محتشم کاشانی“ بلکہ محتشم کاشانی کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ کے ایک بھائی ہندوستان میں رہتے تھے اور صاحب منصب و ثروت تھے۔ اور اپنے بھائی محتشم سے ہندوستان کے سلاطین کی شان میں قصیدہ وغیرہ بھی لکھواتے تھے۔ محتشم کے اشعار پہلے ہندوستان ہی میں شائع ہوئے اور پھر ایران میں۔ محتشم کی تمنا تھی کہ وہ ہندوستان آئیں۔ آپ ایران کی صفوی سلطنت کے بادشاہ طهماسب صفوی کے دور میں تھے۔ بہر حال یہ جاننا ضروری ہے کہ محتشم نے بارہ بند کا مرشیہ ”باز این چہ شورش است کہ در خلق عالم است“ کیوں کہا؟ اختصار کے ساتھ ملاحظہ ہو۔

محتشم کا ایک بیٹا تھا جس کا انتقال ہو گیا۔ محتشم نے اُس کے سوگ میں کچھ شعر کہے۔ ایک رات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا:-

”تم اپنے بیٹے کے لئے مرشیہ کہتے ہو لیکن میرے بیٹے کے لئے مرشیہ نہیں کہتے!“

محتشم کہتے ہیں میں بیدار ہوا لیکن چونکہ میں نے کبھی کوئی مرشیہ نہیں لکھا تھا، نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے لئے

ایک شخص سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی مجلس میں ہمیشہ شرکت کرتا تھا بغیر اس کے کہ اُسے کوئی فائدہ پہونچے۔ (مراد ہے کہ کوئی دنیوی چیز مثلاً کھانا پینا، تبرک وغیرہ)۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کتنا اچھا ہوتا کہ یہ شخص مجلسوں میں کم آئے اور اُس فیض و برکت سے کم فائدہ اٹھائے۔ یہاں تک کہ اُسکی موت واقع ہوئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے باغ میں ہے، میں نے اُس سے کہا: تم اور یہ باعظمت باغ کہاں؟! (یعنی تمہاری حیثیت نہیں ہے کہ ایسے وسیع و عریض باغ میں رہو)۔ اُس نے جواب دیا: جس چیز سے تم ناخوش ہوا کرتے تھے یہ باغ مجھے اُسی کے ذریعہ ملا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مجھے مجلس عزاداری میں شرکت کے بدلتے میں، یہ باغ مجھے مرحمت کیا ہے۔

اس مضمون کے خاتمہ پر بارگاہِ خداوندی میں اور سرکار سید الشہداء کی بارگاہ میں دست بُدعا ہوں کہ مجھے اور تمام عزاداروں اور عزاداری کا اہتمام کرنے والوں پر اپنی نظر کرامت فرمائیں۔ برزخ کی منزاوں میں اپنے نور کے جلووں سے منور فرمائیں اور ”رضوان من اللہ“ کی لذت سے مالا مال کریں۔ قیامت میں ہم آپ کی شفاعت سے محروم نہ ہوں۔

آلسلام علیک یا آبا عبد اللہ و رحمۃ اللہ  
وَبَرَکَاتُهُ

کیا۔

(صحابہ رحمۃ الرحمٰن فی رحمة الرحمن - نقل از الکلام بجز الکلام ۱۱۰/۲)

معلوم ہوا کہ اس مرثیہ کا پہلا مصروع حضرت رسول خدا علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلا ہے اور درمیان میں امام زمانہ علیہ السلام نے بھی مرحوم محتشم کی مدد فرمائی۔ غالباً اسی لئے آج تک یہ مرثیہ ہر ایک کی زبان پر ہے اور اثر بھی رکھتا ہے۔ محتشم کی وفات ۹۹۶ ہجری میں ہوئی یعنی تقریباً ۲۳۵ سال گزر گئے اب تک یہ مرثیہ ہر سال ایام عزا کی شان و شوکت ہوا کرتا ہے۔ واقعاً ایام عزا کی آمد سے کائنات میں ایک شور و ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ پوری کائنات سوگوار ہو جاتی ہے۔ واقعہ کربلا کو رونما ہوئے تقریباً چودہ سو سال گزر گئے لیکن ہر سال محرم کی آمد پر آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے ابھی حال ہی میں یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔

ایک یادِ دھانی اور بھی ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ کہ مرحوم ملا علیٰ خیابانی نے اپنی کتاب ”واقع الایام“ کے صفحہ ۱۵۸ پر بجائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھا ہے کہ: خواب میں امیر المؤمنین علیہ السلام کو دیکھا۔

### پانچویں داستان:

مجلس عزاداری میں شرکت کرنے والے کی عظمت  
مرحوم عابد زادہ شیخ عبداللہ بن تیاری نے نقل کیا ہے:-

## مدینے میں امام حسین علیہ السلام پر گریہ وزاری

اس گریہ وزاری کی شدت اور گرمی کا احساس دلانے کے لئے اردو بحوار الانوار شرح العقائد اداز حضرت امام حسین علیہ السلام حصہ دوم ترجمہ و تحقیق علامہ عصر مفتی سید طیب آغا الموسوی الحسینی طاب ثراه ناشر ادارہ علوم آل محمد علیہم السلام لاہور سن اشاعت ۲۱ جولائی ۱۹۶۲ کے صفحہ ۹۵ پر ایک روایت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ابو بصیر امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں اے ابو بصیر جب فاطمہ سلام اللہ علیہا امام حسین علیہ السلام پر روتی ہیں اور نالہ و فریاد کرتی ہیں جو جہنم سے آواز خروش بلند ہوتی ہے۔ اور جب خازنان دوزخ اس مخدومہ عالم کی آواز سنتے ہیں جہنم کو روکتے ہیں مبادا شعلہ زن ہو اور اس کا دھواں باہر نکلے اور تمام اہل زمین کی آنکھیں جلا دے۔ جب تک سیدہ عالم گریہ و بکا میں رہتی ہیں تو فرشتے مخالفت دوزخ کرتے رہتے ہیں، اور شعلہ ہائے جہنم کو پھیرتے رہتے ہیں۔ اور دروازوں کو بند کر دیتے ہیں۔ تاکہ ساکنان زمین محفوظ رہیں۔ اور دوزخ ساکن نہیں ہوتی جب تک کہ سیدہ عالم خاموش نہ ہو جائیں اور قریب ہوتا ہے کہ تمام سمندر جوش ماریں اور متلاطم ہو کر ایک دوسرے سے مل جائیں لیکن ہر قطرہ دریا پر ایک فرشتہ موکل رہتا ہے۔ جب یہ فرشتے اس مخدومہ جہاں کی آواز سنتے ہیں دریاؤں کو روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں اور بازوؤں سے اس کا جوش تھامے رہتے ہیں تاکہ اہل زمین غرق نہ ہو جائیں.....

واقعہ کربلاء میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے وہ تاثیر دی ہے کہ اس واقعہ کے رونما ہونے سے پہلے بھی جس کسی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگاہ کیا اس نے نہ صرف گریہ وزاری کی بلکہ دین و دنیا کے مسائل کا حل پایا اور رونما ہونے کے بعد سے آج تک نہ صرف یہ کہ وہی تاثیر ہے جو پہلے پائی جاتی تھی بلکہ یہ کشش بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ شاید اس کی وجہ و عده خداوند عالم کی تکمیل میں نزدیکی ہو، جو اس نے نہ صرف انسانوں سے کیا ہے بلکہ ملائکہ کے ان گروہوں سے بھی کیا ہے جو ۶۱ بھری کی عصر عاشور آسمان سے زمین پر آنے کے لیے بے تاب تھے، تاکہ امام حسین علیہ السلام کی مدد کریں اور دشمن کو نیست و نابود کریں، لیکن خداوند عالم نے انہیں وارث حسین علیہ السلام کے نور کرامات سے آگاہ کر کے فرمایا جب میں اس کے ظہور کی اجازت دوں گا تو اس وقت تم اس کے ساتھ مل کر حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینا۔ اس وقت سے لے کر آج تک نہ صرف زمین و آسمان کے ملائکہ امام حسین علیہ السلام پر گریہ وزاری کرتے ہوئے وارث الحسین علیہ السلام کے منتظر ہیں بلکہ یہ گریہ دنیا کے چھے چھے میں ہر جگہ پہنچ رہا ہے۔ کسی شاعر نے اس کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے۔  
و عده و صل چوں نزدیک شود۔ آتش عشق ز و د تر گردود۔  
جیسے جیسے وعدہ کے پورا ہونے کا وقت نزدیک ہوتا  
جاتا ہے عشق کی آگ بھڑکتی جاتی ہے۔

مَا يُبَيِّكِيكَ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَفِيفَ  
الْمَنَامِ وَ عَلَى رَأْسِهِ وَ لِحِيَتِهِ أَثْرُ التُّرَابِ  
فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مُغَبَّرًا قَالَ  
شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ آنِفًا  
ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ایک روز امام سلمہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہا کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ رورہی  
ہیں۔ میں نے سبب گریہ دریافت کیا تو فرمایا کہ میں  
نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں خواب میں  
دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ریش  
اطہر پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا یا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی کیا حالت ہے حضرت  
نے ارشاد فرمایا ابھی ابھی میں نے میرے فرزند  
حسین علیہ السلام کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔ اس سے میری یہ  
حالت ہے۔

اس کے علاوہ ابن عباس خود ارشاد فرماتے ہیں۔ جسے ابن  
اثیر نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۳۸ جلد ۳ پر اور کتاب موسوعۃ آل  
نبی کے صفحہ ۳۸۷ پر اس طرح نقل کیا ہے۔

وَ كَذَالِكَ رَأَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي مَنَامِ نِصْفِ  
النَّهَارِ أَشْعَثَ أَغْبَرَ بَيْدِهِ قَارُورَةً فِيهَا دَمٌ  
يَلْتَفِطُهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ دَمُ الْحُسَيْنِ وَ  
أَصْحَابِهِ

اسی طرح ابن عباس نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

قارئین کرام کیوں نہ ہوجس کا پورا گھر لٹ گیا ہو وہ جتنا  
گریہ وزاری کرے کم ہے۔ یہی نہیں بلکہ خاندان اہل بیت علیہم السلام  
کا ہر شخص اسی انداز میں گریہ وزاری کرتا تھا، اور وقت کا امام امام  
زمانہ علیہ السلام بھی اسی انداز میں گریہ وزاری کرتے ہیں۔ قارئین  
سے التماس ہے کہ وہ زیارت ناحیہ کی طرف رجوع کریں جہاں  
امام زمانہ علیہ السلام نے اپنے جد بزرگوار پر گریہ وزاری کرتے ہوئے  
فرمایا، میرے جد بزرگوار دل چاہتا ہے آنسوؤں کے بد لخون  
کے آنسو بہاؤں۔ روایات ائمہ معصومین علیہم السلام سے یہ بات آشکار  
ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے وقت شہادت نہ صرف انسانوں نے  
گریہ وزاری کی بلکہ سوائے تین چیزوں کے دنیا کی تمام چیزوں  
نے گریہ وزاری کی کتاب کامل الزیارات میں یونس وابی سلمہ  
سراج و مفصل سے روایت ہے وہ کہتے ہیں، جناب امام جعفر  
صادق علیہ السلام سے ہم نے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب امام حسین  
علیہ السلام شہید ہوئے تمام مخلوقات خدا آنحضرت علیہ السلام پر روئی مگر تین  
چیزیں روئی میں نے پوچھا کہ وہ تین چیزیں کون سی ہیں  
فرمایا: بصرہ و دمشق وآل عثمان لعنت اللہ علیہ۔

شیخ طوسی علیہ الرحمہ والرضوان نے کتاب امالی صفحہ ۲۹  
بسند عمرو بن ثابت نے اپنے والد محترم جناب ابی المقدام انہوں  
نے ابن جبیر اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے جو  
بطریق علمائے اہل سنت یہ نسبت المودہ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۲۰ پر بھی  
نقل ہوئی ہے۔

دَخَلَتْ عَلَى أُمّ مَسَلَّمَةَ وَ هِيَ تَبَكُّى فَقُلْتُ لَهَا

أَنْ تُخْلِفُونِي بِسُوءٍ فِي ذَوِي رَجْبٍ

(تذکرہ الاطهار شیخ مفید صفحہ ۳۱۹، بخار الانوار حصہ دوم صفحہ ۲۷)

اے قوم ستمگر بروز محشر پیغمبر ﷺ کو کیا جواب دو گے؟ جس وقت آنجناب ﷺ تم سے خطاب کریں گے، کہ میرے بعد تم نے میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ان میں سے بعض خاک و خون میں غلطان اور بعض طوق و زنجیر میں اسیر ہوئے! اور وہ خیرخواہی اور نصیحت جو میں نے تمہارے لئے کی تھی اس کی جزا یہی ہے کہ تم نے میرے بعد میری عترت کے ساتھ یہ سلوک اور اعمالِ رشت کے!؟ یہی نہیں جب ابن زیاد لعنت اللہ علیہ نے سر امام حسین علیہ السلام یزید لعنت اللہ علیہ کی طرف روانہ کیا تو اس نے عبد الملک بن والحدیث (یا حریث) سلمہ کو اپنے پاس بلا کر اس سے کہا کہ تم مدینہ میں عمرو بن سعید بن وقار لعنت اللہ علیہ کے پاس جاؤ اور اسے (معاذ اللہ) حسین علیہ السلام کے قتل ہونے کی بشارت دو۔ عبد الملک کہتا ہے کہ اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چلا پس مجھے قریش کا ایک شخص ملا جس نے پوچھا کیا خبراے ہو؟ میں نے کہا کہ خبر حاکم کے پاس چل کر سن تو وہ کہنے لگا کہ انا اللہ و انا الیہ راجعون حسین علیہ السلام شہید ہوئے، اور جب میں عمرو بن سعید لعنت اللہ علیہ کے دربار میں داخل ہوا تو اس نے پوچھا کہ تیرے پیچھے کیا ہے؟ میں نے کہا وہ کچھ جو امیر کو خوش کرے حسین بن علی (علیہما السلام) مارے گئے ہیں تو کہنے لگا کہ باہر جا کر لوگوں میں

کو دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا، کہ حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نہایت درجہ پر یہاں اور غبار آؤ دیں، اور

آپ کے دست مبارک میں ایک شیشه (کا برتن)

ہے جس میں خون تازہ جوش مار رہا ہے۔ ابن عباس

کے پوچھنے پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ

خون حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب علیہم السلام کا ہے۔

قارئین کیوں نہ ہو جس نانا نے سجدے کو طول دے دیا

اس کے پیٹھ پر پیٹھ جانے کی وجہ سے اس نواسے کو آخری سجدہ

کرنے کے لیے کتنی تکلیفیں اٹھانی پڑی۔ نہ صرف قتل کر کے چین

آگیا بلکہ قتل کرنے کے بعد بقول زیارت ناحیہ لاشے کو پامال کیا

گیا، بلکہ سر کو بدن سے جدا کر کے نوک نیزہ پر جگہ جگہ پھرا یا گیا۔

جب قتل امام حسین علیہ السلام کی خبر مدینہ والوں نے سنی تو روایت میں

ملتا ہے کہ بی بی ام لقمان بن حضرت عقیل بن ابو طالب رحمۃ اللہ

علیہ اپنی بہنوں ام ہانی، اسماء، رملہ اور زینب دختران عقیل ابن

ابی طالب رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ باہر نکلیں اور وہ میدان کر بلاء

میں اپنے شہادت پا جانے والے مقتولین پر گریہ کرتے ہوئے

کہہ رہی تھیں۔

مَا ذَا تَقُولُونَ إِذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ

مَا ذَا فَعَلْتُمْ وَ أَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ

بِعَتَرَقِي وَ بِأَهْلِي بَعْدَ مُفْتَنَقِي

مِنْهُمْ أُسَارَى وَ قَتْلَى ضَرِّ جُوَا بِدَمِ

مَا كَانَ هَذَا جَزَائِي إِذْ نَصَحْتُ لَكُمْ

تبارک و تعالیٰ نے رباب سلام اللہ علیہا کی روح قبض کر لی۔  
 قارئین جناب رباب سلام اللہ علیہا کے اسی واقعہ کو سننے  
 کے بعد دل یہ چاہتا ہے کہ ہم بھی بارگاہ خداوند عالم میں دعا گو ہو  
 جائیں کہ خداوندا تجھے جناب رباب سلام اللہ علیہا کے نفعہ علی  
 اصغر علیہ السلام کا واسطہ اس سے پہلے کہ ہم اپنے امام وقت کی اطاعت  
 میں کمی کریں ہمیں اس دنیا سے اٹھا لینا۔

شیخ عباس قمی رحمۃ اللہ علیہ نے منتہی الامال میں نقل کیا ہے  
 جب اہل بیت علیہم السلام شام سے چلے تو منازل و مراحل طے کرتے  
 ہوئے مدینہ کے نزدیک پہنچے بشیر بن جذلم جو ملازم رکاب تھا۔ کہتا  
 ہے کہ جب ہم مدینے کے قریب پہنچے تو امام زین العابدین علیہ السلام  
 نے جس جگہ کو مناسب سمجھا وہاں اترے اور خیمنصب کئے، اور  
 فرمایا اے بشیر خدا تیرے باپ پر حرم کرے وہ شاعر تھا۔ کیا تجھے  
 بھی اپنے باپ کے فن سے کچھ لگاؤ ہے؟ بشیر نے عرض کیا ہاں  
 فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی شاعر ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر  
 مدینے چلا جا اور مرشیہ ابو عبد اللہ علیہ السلام میں اشعار پڑھ۔ بشیر کہتا  
 ہے کہ جیسے ہی میں مدینہ میں داخل ہوا اور مسجد بنوی کے قریب  
 پہنچا تو میں نے گریہ وزاری سے آواز بلند کی اور یہ دو اشعار  
 پڑھے۔

يَا أَهْلَ يَثْرَبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ إِهَا  
 قُتِلَ الْحُسَيْنُ فَأَدْمُعِي مِدَارُ  
 الْجَسْمُ مِنْهُ بِكَرْبَلَاءَ مُضَرَّجٌ  
 وَ الرَّأْسُ مِنْهُ عَلَى الْقَنَاءَ تُدَارُ

اعلان کر دو۔ پس میں نے اعلان کیا تو میں نے اس قسم کی آہ و بکا  
 اور واویلا و فریاد کبھی نہیں سن تھی جیسی بی ہاشم کے گھروں سے  
 حسین بن علی علیہما السلام پر ان کی شہادت کی خبر سننے پر ان سے  
 سنی۔

(تذکرہ الاطہار ترجمہ کتاب الارشاد صفحہ ۳۱۸-۳۱۹)

قارئین یہ تو اس وقت کے حالات گریہ وزاری تھے جب  
 دشمن نے خبر دی، لیکن اگر ہم اور آپ ان حالات پر نظر کریں  
 جنہیں تاریخ کے اور اق نے آج بھی محفوظ کر رکھا ہے، کہ جو لوگ  
 میدان کر بلاء میں موجود تھے ان پر کیا نہیں گزری اور جب کبھی  
 انہوں نے آنکھوں دیکھا حال بیان کیا تو جو آنکھیں کبھی نہ ہوتی  
 تھی وہ بھی آنسوؤں کی بارش کرنے لگی۔ ابن اثیر جلد چہارم کے  
 صفحہ ۳۵ پر جناب رباب سلام اللہ علیہا کے حالات زندگی نقل  
 کرتے ہوئے رقمطر از ہیں کہ جناب رباب سلام اللہ علیہا بعد از  
 قتل حضرت امام حسین علیہ السلام میں نہیں بیٹھیں اور ہمیشہ گریہ و  
 زاری کرتی رہتی تھیں۔ ایک بار جب بہت تیز بارش ہو رہی تھی  
 جناب امام زین العابدین علیہ السلام گئے اور کہا والدہ گرامی اب آپ  
 چلے فرمایا بیٹا میرے وارث والی کی لاش کو میں زیر آسمان پتی  
 ہوئی زمین پر جب چھوڑ کر چلی تھی تو میں نے وعدہ کیا تھا ان سے  
 کہ مرتبے دم تک میں سایہ میں نہ بیٹھوگی۔ تم یہ امام وقت ہو کر حکم  
 دے رہے ہو؟ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں۔  
 ہاتھوں کو بلند کیا پروردگار اس سے پہلے کہ میں اپنے امام وقت کی  
 خلاف ورزی کروں یا وعدہ شکنی ہو تو مجھے اس دنیا سے اٹھا لے اللہ

اہل و عیال کے ساتھ فلاں جگہ مدینہ کے قریب اترے ہوئے ہیں۔ بشیر کہتا ہے کہ لوگ مجھے چھوڑ کر اہل بیت علیہم السلام کی طرف دوڑ پڑے۔ میں نے بھی جلدی سے کام لیا اور گھوڑے کو دوڑایا۔ جب میں سید سجاد علیہ السلام کے خیمے کے نزدیک پہنچا تو اس قدر جمعیت تھی کہ جانے کا راستہ نہیں تھا۔ میں گھوڑے سے اتر آیا پھر بھی مجھے راستہ نہ ملا مجبوراً لوگوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر میں سید سجاد علیہ السلام کے خیمے کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت علیہ السلام خیمے سے باہر تشریف لائے ہوئے تھے اس حالت میں کہ رومال آپ کے ہاتھ میں ہے، کہ جس سے آپ اپنی آنکھوں کے آنسو پوچھ رہے ہیں۔ اور خادم کرسی بھی لے آیا ہے۔ اور حضرت اس پر بیٹھ گئے۔ لیکن آپ پر گریہ اتنا طاری تھا، کہ آپ روک نہیں سکتے تھے۔ اور لوگوں کی چیخ و پکار اور گریہ کی آوازیں بلند تھیں۔ لوگ ہر طرف سے حضرت کو تعزیت دے رہے تھے۔ اور وہ مقام تمام لوگوں کی آوازوں سے جسم فریاد بنا ہوا تھا کہ حضرت نے اشارہ کیا اور لوگ بیٹھ گئے۔ پھر حضرت نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ (مضمون کی طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس خطبہ کو یہاں نقل نہیں کر رہے ہیں۔) جس نے ایک محشر برپا کر دیا پھر آپ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو فریاد کرنے لگے۔ جس کی ترجمانی میرا نیس رحمت اللہ علیہ نے اس طرح کی ہے۔

مسافران مصیبت وطن میں آتے ہیں  
سفر سے آتے ہیں سوغات آہ لاتے ہیں

اے یثرب کے رہنے والوں اب یہ تمہارے رہنے کے قابل نہیں رہا۔ حسین شہید کردے گئے بس میری آنکھیں موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ ان کا جسم کر بلااء میں خون آلودہ پڑا ہے۔ اور ان کا سر نوک نیزہ پر پھرا یا جا رہا ہے۔

بشیر کہتا ہے اس وقت میں نے پکار کر کہا۔ اے لوگوں بے شک علی بن الحسین علیہما السلام اپنی پھوپھیوں اور بہنوں سمیت تمہارے قریب آچکے ہیں اور شہر کے باہر اترے ہوئے ہیں، اور میں حضرت کا تمہاری طرف قاصد ہوں، اور تمہیں ان کی نشاندہی کرانے آیا ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ بشیر کی چیخ نفع صورتی کہ جس نے عرصہ مدینہ کو صحیح نشور بنادیا۔ پر دوں میں رہنے والی عورتیں گھروں سے ننگے پاؤں دوڑی اور اپنے چہرے نوج لئے صدائے نالہ وزاری بلند ہوئی واویلا اور واشبورا کی آوازیں اٹھنے لگیں۔ اور کبھی بھی مدینہ اس حالت میں نہیں دیکھا گیا تھا، اور اس سے زیادہ تلخ دن اور اس ماتم سے زیادہ عظیم ماتم کبھی نظر نہیں آیا تھا۔ بشیر کہتا ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو دیکھا جو سید الشہداء علیہ السلام کے مرشیہ میں اشعار پڑھ رہی تھی۔ اس وقت وہ کہنے لگی کہ سنانی سنانے والے تو نے ہمارے حزن و ملال کوتازہ کر دیا، اور ہمارے زخمی دلوں کو درست و مندل ہونے سے پہلے چھیل دیا۔

اب بتا تو کون ہے اور کہاں سے آ رہا ہے؟ میں نے کہا میں بشیر بن جذلم ہوں۔ کہ مجھے میرے مولا و آقا علی بن الحسین علیہما السلام نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ اور خود حضرت ابا عبد اللہ علیہ السلام کے

بجائے اشک وہ آنکھوں سے خوب بھاتے ہیں  
 اٹھا کے ہاتھ مدینے کو یہ سناتے ہیں  
 کٹا کے آئے ہیں زہراء کے سب گھرانے کو  
 نہ کر قبول تو ہم بے کسوں کے آنے کو  
 مدینہ ہم تیرے والی کو آئے ہیں کھو کر  
 مدینہ گردن شیر پر چلا خبر  
 مدینہ کوفہ میں سر نگے ہم پھرے در در  
 مدینہ داغ رسن ہیں ہمارے شانوں پر  
 ہم آئے ہیں زندہ پہ زہرا کا نور عین نہیں  
 مدینہ اکبر و قاسم نہیں حسین نہیں  
 جب یہ قافلہ روضہ رسول ﷺ کے قریب پہنچا تو اہل  
 بیت ﷺ نے کچھ اس طرح نالہ و فریاد کی جس کی نظیر تاریخ  
 میں نہیں ملتی میرا نیس رحمت اللہ علیہ نے ان الفاظ میں جس کی  
 منظر کشی کی ہے۔ جس کی روایات آئمہ معصومین علیہما السلام میں  
 تائید ملتی ہے۔

وطن میں جب کہ اسیروں کا کارواں آیا  
 نبی کے روضہ پہ سجاد ناتواں آیا  
 اتر کے ناقہ سے با چشم خوب چکاں آیا  
 حرم کے ساتھ یہ کرتا ہوا بیاں آیا

مدینے دلبر زہرا کا سر اتار لیا  
 ہمارے باپ کو فوج شقی نے مار لیا

ہمارے سامنے مارے گئے چھوپھی کے پسر  
 ہمارے سامنے قاسم نے کھائے تنغ و تبر  
 ہمارے سامنے بے جا ہوئے علی اکبر  
 ہمارے سامنے عباس ہو گئے بے بسر

ہمارا قافلہ بحر بلا میں ڈوب گیا  
 جہاز آل نبی کربلاء میں ڈوب گیا

بیٹھا کے ناقہ کو سجاد نا تواں اترے  
 عصا کو تھام کے با چشم خونفشاں اترے  
 قریب مرقد سلطان انس و جاں اترے  
 اور اہل بیت یہ کرتے ہوئے فغاں اترے

ہوئی غریبوں پہ بے داد یا رسول اللہ  
 حسین مر گئے فریاد یا رسول اللہ

گئی لحد پہ پھر اس طرح زینب محزون  
 کہ ایک ہاتھ میں شہ کا عمامہ پر خوب  
 اور ایک ہاتھ میں حضرت کا جامہ گلگوں  
 زباں پہ مرثیہ ہے جس کا یہ جانگزا مضمون

بیزید نے ہمیں لوٹا دوہائی ہے نانا  
 بہن شہید کے مجرے کو آئی ہے نانا

حسین بھائی کو ہم کربلاء میں چھوڑ آئے  
 علی کے لال کو دشت بلا میں چھوڑ آئے

قارئین آپ سچ بتائیے جب ہم اور آپ مصائب امام حسین علیہ السلام سنتے ہی اپنی آنکھوں پر قابو نہیں پاسکتے، تو جن لوگوں کو نے خود اس واقعہ کو رونما ہوتے دیکھا ہو گا وہ کیسے اپنی آنکھوں کو آنسو بہانے سے باز رکھ سکتے تھے۔ بھی نہیں بلکہ کوئی وقت کے امام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے پوچھئے ان کے لیے واقعہ کر بلاء ایسے ہی ہے جیسے کہ رونما ہوا تھا۔ اور آج سیکڑوں سال سے اپنے جد بزرگوار پر گریہ وزاری کر رہے ہیں۔ آئیے ہم اپنے آپ سے دریافت کریں کیا ہم منتقم خون حسین علیہ السلام کو امام حسین علیہ السلام پر گریہ وزاری کرنے کے وقت پرسہ دیتے ہیں؟ اگر ہاں۔ تو بہت اچھی بات ہے۔ اور اگر نہیں تو آپ ہی بتائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم امام حسین علیہ السلام پر گریہ وزاری کریں اور ان کے خاندان سے ان کی نویں اولاد کو جوز نہ ہیں، پرسہ نہ دیں! جبکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ جب کوئی بھی مجھے امام حسین علیہ السلام پر گریہ وزاری کرنے کے بعد پرسہ دیتا ہے تو میں اس کو اپنی دعا میں خاص طور سے یاد کرتا ہوں۔

خداوند اجھے خون قطرہ اول امام حسین علیہ السلام کا واسطہ منتقم خون حسین علیہ السلام کے ظہور میں تعجیل فرم۔ ہمیں ان کے ساتھ مل کر امام حسین علیہ السلام پر کئے گئے مظالم کا بدله لینے کی توفیق مرحمت فرم۔ ہماری عزاداری کو بصدقہ منتقم خون حسین علیہ السلام قبول فرم۔ ہماری آنکھوں کو زیادہ سے زیادہ آنسو بہانے کی توفیق عنایت فرم۔

یتیم فاطمہ کو نینوا میں چھوڑ آئے تمہارے چاند کو خاک شفا میں چھوڑ آئے یہ بعد قتل عجب ترقہ پڑا نانا گڑا بدن کہیں اور سر کہیں گڑا نانا قارئین مضمون کی طوالت کو مد نظر رکھتے ہوئے جناب ام کلثوم کا ۳۸ راشعار کا مرثیہ ہم یہاں نقل نہیں کر رہے ہیں۔ جو بذات خود دل کو دہلا دینے والا ہے۔ خواہش مند حضرات مقاتل کی کتابوں سے استفادہ حاصل کریں، لیکن روایات میں ملتا ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ واقعہ کر بلاء کے بعد سے تا وقت آخر امام زین العابدین علیہ السلام رات میں شب بیداری کرتے تھے اور دن میں روزہ رکھتے تھے آپ کا غلام افطار کے وقت کھانا پانی لے کر حاضر ہوتا اور آپ کے سامنے آ کر رکھتا، اور عرض کرتا اے میرے مولا اسے تناول فرمائیں۔ تو حضرت فرماتے۔

**قُتِلَ ابْنُ رَسُولِ اللَّهِ جَائِعًا قُتِلَ ابْنُ**

**رَسُولِ اللَّهِ عَطْشَانًا**

یعنی میں کس طرح آب و غذا استعمال کروں حالانکہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے اور پیاس سے شہید ہو گئے۔

اور یہ کلمات آپ بار بار دہراتے اور گریہ کرتے یہاں تک کہ خداوند عالم سے جاملے۔

(مشتی الامال در حال امام حسین علیہ السلام)

## مصروف عزا کون؟

اپنے لیے راہ عمل قرار دینا اور جو اس طرح یعنی سوگواریت کے ساتھ کرے وہ عبادت ہے اور ایسی عبادت کہ جو ہماری تمام عبادتوں کو سجادیتی ہے اور انہیں اس لائق بنادیتی ہے کہ ہم اپنی عبادتوں کو پروردگار کے سامنے رکھ سکیں۔ یعنی مخلوق کا عین ہدف یہی ہے کہ وہ مشغول رہے عبادت پروردگار میں۔ یہ نظام قدرت تھا کہ دنیا میں جو مخلوق آئے وہ اپنی مصروفیت کے ساتھ آئے۔ اور ان سب کا مقصد خلقت، عبادت ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے ہمیں بصیرت افروز آنکھیں عنایت کیں جس سے ہم اہل دنیا کو اپنے اپنے کاموں میں مصروف دیکھتے ہیں۔ دنیا میں کسی بھی کام میں مصروف ہونے کے لیے دو پیانے ہیں۔ ایک مصروفیت دوسرے مصروف ہونے والا۔ یعنی جب تک جس چیز میں مصروف ہونا ہوا گر اُس کا وجود نہ ہوتا مصروف ہونے والے کی عذرخواہی قبول ہے۔ یعنی پروردگار نے لوگوں کو عبادت میں مصروف رہنے کا حکم دیا لیکن اگر وہ خود کو نہ پہنچوائے تو لوگ یہی کہیں گے کہ پروردگار تو نے ہمیں یہ بتایا ہی نہیں کہ تیری عبادت کرنی ہے اور کس طرح کرنی ہے۔ یعنی مصروف ہونے کے لئے کسی چیز کا ہونا ضروری ہے۔

جب انسان نے دنیا میں قدم رکھا چونکہ اُس کی خلقت کا مقصد عبادت تھا لیکن اُس عبادت کی کاٹ میں الیسیت لگی ہوئی

خالق کائنات نے اس زمین کا فرش بچایا اور اسے مختلف شسم کے حیوانات اور نباتات کا مسکن قرار دیا۔ پروردگار نے اس کی زیبائش و آرائش میں کوئی کسر نہیں باقی رکھی چونکہ وہ اپنی مخلوق سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس لئے اُس نے اپنی مخلوق کی خاطر نظام دنیاوی اور نظام جسمانی کو نہایت منظم رکھا۔

یہ تمام اہتمام اس لئے تھا کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی یاد میں مصروف رکھنا چاہتا تھا کہ جب لوگ آیات آفاقی اور آیات نفسی دیکھیں، تو اس کی حمد و شනاء کریں، اُس کی عبدیت پر گامزن ہو اُس کی وحدانیت کو قبول کریں۔

قرآن کریم کی آیت کے مطابق پروردگار نے اس دنیا میں لوگوں کو اپنی عبادت کے لئے خلق کیا اور اسی میں مصروف رکھا۔ جہاں پروردگار نے کائنات کی عظیم نعمتوں کا ذکر کیا وہیں پروردگار نے اس دنیا میں خلقت کا مقصد بھی واضح کر دیا۔ سورہ ذاریات کی آیت نمبر ۵۶ یہ بتاتی ہے

**وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ**

ہم نے نہیں خلق کیا جن و انس کو سوائے اس کے کہ وہ ہماری عبادت کریں۔

مصطفیٰ یعنی مشغول رہنا، متحرک رہنا جو کہ غفلت کے منافی ہے جبکہ عزا کے معنی ہے سوگواریت، غم، امام حسین علیہ السلام کو

قرآن و حدیث کی روشنی میں اب آئیے یہاں سے اپنے رخ کو اپنے عنوان کی طرف موڑتے ہیں۔ جب زمین کا فرش بچھایا گیا اور اُس زمین پر ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام کو بھیجا گیا اُن کے اس زمین پر آنے سے پہلے کربلاء کا وجود تھا۔ یعنی مصروفیت کا اہتمام دیکھیں تو اہتمام عزاز میں کی خلقت کے ساتھ ہوا۔ اور اس کا اہتمام خود پرور دگار نے کیا۔ اور سب سے پہلے جسے مصروف عزا کیا گیا وہ شخصیت جناب آدم علیہ السلام کی تھی۔

جس وقت جناب آدم علیہ السلام مسافرت کے عالم میں سر زمین کر بلاء میں داخل ہوئے اور آپ کا گزر مقتل سید الشہداء علیہ السلام سے ہوا تو آپ کا پیر پھسلا اور ضرب کی شدت کی بناء پر پیر سے خون جاری ہوا، تو جناب آدم علیہ السلام نے سر بلند کر کے پرور دگار سے عرض کی پرور دگار کیا مجھ سے کوئی ترک اولی سرزد ہوا ہے؟ پرور دگار نے فرمایا نہیں، لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ اس سر زمین پر تیرافر زند حسین ابن علی قتل کیا جائے گا۔ اے آدم تمہارا خون یہاں ہم نے اس لئے جاری کروادیا کہ اُس کے خون سے تمہارا خون مل جائے۔ جناب آدم علیہ السلام نے پوچھا اس کا قاتل کون ہے؟ پنجبر پر وحی آئی کہ یزید لعنت اللہ علیہ بس آپنے اُس پر لعنت تھیجی۔ اللہ اس امر کے کیا کہنے جس کا اہتمام کرنے والا خدا اور مصروف ہونے والا پنجبر ہو۔

یہ سلسلہ نہیں نہیں رکتا بلکہ فرش عزاء کر بلاء تو بچھ چکا تھا۔ ذا کر خداوند کریم تھا سما میں تبدیل ہوتے رہے۔ ایک کے بعد دیگر انبیاء کرام مصروف عزار ہے۔

تھی، جس نے انسان کو پستی میں لے جانے کا پیر اٹھا رکھا تھا۔ اب انسان کے سامنے مصروف ہونے کی خاطر دو اہتمام تھے ایک صراط مستقیم دوسرے حمزات شیاطین۔ انسان کی عافیت اسی پر محصر ہے کہ وہ کس اہتمام میں خود کو مصروف کرتا ہے۔ آیا یادِ خدا میں خود کو محروم کرتا ہے یا الہ عب میں خوش و مسرو رہتا ہے۔

**إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُو  
يَوْمَنَا كَيْ زَنْدَگِي تو بِسْ كَھِيل او رتاشا ہے۔**

(سورہ محمد آیت ۳۶)

یہ بات تو ہمارے لئے واضح ہے کہ ہمیں خود کو کس چیز میں مصروف رکھنا ہے اور کس چیز میں نہیں۔ یعنی صراطِ مستقیم پر گام زن رہنے میں ہماری فلاح ہے۔ پرور دگار کریم نے اسی راہ میں کئی طبقے معین کیے جو عبادتوں کی فہرست میں آخر تا اول یہ بتاتے ہیں کہ یہ شخص ایمان کے کس درجہ پر فائز ہے اور پرور دگار اسے اس کے دل کی نسبت کی وجہ سے وہ سعادت عطا کرتا ہے کہ جیسے رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

کہ بے شک پرور دگار جب کسی بندے کو زیادہ پسند کرتا ہے تو اسکو مصیبت میں بنتا کرتا ہے تاکہ اُس کی گریہ وزاری کی آواز کو سنے۔

مقصد خلقت انسانی عبادت ہے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ اُن احکامات پر عمل پیرا رہے جن کی تاکید کی گئی ہے اور ان سے دامن کش رہے جن کی ممانعت کی گئی ہے۔

عرض کی کہ یہ حسین کی قتل گاہ ہے۔ جناب سلیمان علیہ السلام اور ان کے شکر نے امام حسین علیہ السلام پر گریہ کیا۔

قارئین محترم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ذہن عالیہ میں رکھیں کہ پروردگار جس کو زیادہ پسند کرتا ہے اُس پر مصیبت بھیجتا ہے تاکہ اُس کے گریہ وزاری کی آواز کو سنے مصیبت کا بیان کر بلاء کا ہے اور گریہ وزاری برگزیدہ بندوں کی ہے۔ یعنی خداوند عالم بیان کر بلاء اور شہادت امام حسین علیہ السلام کو عزیز رکھتا ہے۔ اور اُس پر ہونے والی گریہ وزاری کو پسند کرتا ہے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں جس وقت آپ کا گزر کر بلاء کی زمین سے ہوا تو آپ کے گھوڑے کا پیر پھسل گیا اور آپ زمین پر گرپڑے جس کے سب خون جاری ہو گیا آپ نے پروردگار سے عرض کی کہ اے رب عزت کیا کوئی ترک اولی سرزد ہوا ہے؟ پروردگار نے کہا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ خاتم المرسلین کا فرزند اس سر زمین پر قتل کیا جائے گا۔ آپ کے بدن کے خون کا بہنا اُس خون نا حق کی یاد دلانا ہے اور ان کا قاتل وہ ہے جس پر آسمانوں اور زمین میں رہنے والوں کی طرف سے لعنت ہے۔

گریہ وزاری کے ساتھ ساتھ نفرین بر قاتلانِ حسین علیہ السلام بھی پروردگار نے تعلیم دی۔ لہذا امام حسین علیہ السلام پر گریہ اور قاتلانِ حسین علیہ السلام پر لعنت دونوں ضروری ہے۔

بات کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کردیں کہ جو سلسلہ گریہ اور اہتمام عزا جناب آدم علیہ السلام سے شروع ہوا وہ یکے بعد دیگر یہ انبیاء سے ہوتا ہوا گزرا اور کم و بیش ہر نبی کو اس عبادت میں

جس وقت جناب نوح علیہ السلام کی کشتی کا گزر کر بلاء میں مقتل امام حسین علیہ السلام سے ہوا، تو پانی میں تلاطم برپا ہوا اور کشتی ہچکوئے کھانے لگی۔ غرق آب ہونے کا خدشہ پیدا ہونے لگا تو جناب نوح علیہ السلام نے عرض کی کہ پروردگار ساری دنیا کا چکر لگا آیا ہوں لیکن کسی بھی جگہ حزن و ملال دامن گیر نہیں ہوا، مگر اس مقام پر حزن و ملال کیوں؟

پروردگار نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ جناب جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ نوح اس مقام پر خاتم انبیاء کا فرزند مظلومیت کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے تمام ساتھیوں نے واقعہ کر بلاء سن کر گریہ کیا اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں پر لعنت کی۔

یہ وہ خاصان خدا ہیں جنہیں پروردگار نے امت کی ہدایت کے لئے بھیجا اور ان کے کئے کو سنت قرار دیا۔ یوں توراقم الحروف کئی انبیاء کا تذکرہ کر سکتا ہے لیکن اختصار سے کام لیتے ہوئے ہم قارئین کی توجہ اس اہم کام کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں جو پروردگار نے انبیاء اور اولیاء سے کروایا۔

جناب سلیمان علیہ السلام کے جاہ و حشم کو تاریخ نے بیان کیا۔ جناب سلیمان علیہ السلام جن و انس و طیر پر مشتمل ایک عظیم اشکر کے مالک تھے۔ جب ہوا بساط حضرت سلیمان علیہ السلام کو لے کر چلی تو ایک مقام پر ہوانے بساط کو تین مرتبہ گھما یا اور پھر ایک زمین پر اتار دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام برافروختہ ہوئے اور پھر عتاب کیا۔ ہوانے جواب میں سید الشہداء علیہ السلام کے مصائب بیان کئے اور

مصروف رکھا گیا۔  
کہ انہے علیہم السلام کے آگے جب کوئی مصیبت یا ظلم کا تذکرہ ہوتا تو

آپ حضرات بے ساختہ سمجھی مصیبوں کے ذکر کو بھول کر ذکر  
مصطفیٰ امام حسین علیہما السلام تک آتے ہیں کہ وہ شخصیت کہ جس کی چاہت  
امام حسین علیہما السلام کرتے۔ امام حسین علیہما السلام کی خاطر مجلسوں کا  
اهتمام کرتے لوگوں کو اکٹھا کر کے امام حسین علیہما السلام کے مصائب  
بیان کرتے۔ کسی ذکر کی اہمیت اُس کے ذکر کرنے والے اور اُس  
میں شریک ہونے والوں سے پتہ چلتی ہے۔ ذکر امام حسین علیہما السلام  
جناب آدم علیہما السلام سے لے کر خاتم تک اور جناب امیر سے لے کر  
حضرت جحّۃؓ تک جاری و ساری ہے۔

کل بھی اہتمام عزا پروردگار کے ہاتھ میں تھا آج بھی وہی  
اہتمام کرتا ہے۔ کل انبیاء کو اور اُن کے بعد اوصیاء کو مصروف  
کر کے بتا دیا ہرغم سبک تر ہے غم امام حسین علیہما السلام سے جسے وہ پسند  
کرتا ہے۔ لہذا ہم پر لازم ہے کہ جو ہمارے انبیاء نے انجام دیا  
ہم بھی اُسے انجام دیں زمانہ سے بے خوف و خطر ہو کر کیونکہ اس  
میں پروردگار کی خوشنودی شامل ہے۔ اہتمام کی شکل میں مصروف  
عزا پروردگار ہے انتظام کی صورت میں مصروف عزا اُس کے  
محبوب بندے، خود قرآن اعلان کر رہا ہے سورہ نحل کی آیت  
میں

۵۲

وَلَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ

وَاصِبَّاً أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَتَّقُونَ

اور جو کچھ آسمان اور زمینوں میں ہے اُس کا ہے اور  
اس کا ہی دین دا گئی اور واجب اطاعت ہے تو کیوں تم  
اللہ کے سوا غیروں سے ڈرتے ہو۔

لہذا اس سلسلہ میں تمام انبیاء کے تذکرہ کو عبور کرتے ہوئے  
حبیب خدا علیہم السلام تک آتے ہیں کہ وہ شخصیت کہ جس کی چاہت  
میں پروردگار نے اس کائنات کو خلق کیا۔ حضرت امیر المؤمنین علیہما السلام  
سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں جناب رسول خدا علیہم السلام کی  
خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ سرور کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں  
سے اشک جاری ہیں عرض کی میرے ماں باپ آپ پرفدا ہوں  
، یا رسول اللہ آپ کے گریہ کا سبب کیا ہے؟ کسی نے آپ کو اذیت  
دی ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ مجھے جریل سے خبر ملی ہے کہ میرا نظر  
کر بلاء کی زمین پر قتل کیا جائے گا۔ جریل اپنے ساتھ کر بلاء کی  
خاک بھی لائے تھے۔ جب میں نے اس خاک کو سوچتا تو اپنے  
آن سو ضبط نہ کر سکا جس زمین پر وہ قتل کیا جائے گا اُس کا نام  
کر بلاء ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهُوَى کی منزلوں پر معموقت نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم جب مصروف گریہ وزاری ہوتا ہے، تو اس کے معنی اُس  
 المصیبۃ کا قرب خدا میں اہمیت کا حامل ہونا اور گریہ وزاری کا  
پروردگار کے قریب ایک اہم رتبہ ہونا ہے۔

اپنے موضوع کو سمجھتے ہوئے تاریخ میں تک ایک بات پہنچا  
دیں کہ یہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام سے لے کر خاتم الاوصیاء تک چلتا ہا۔  
حضرت ختمی مرتبت کے بعد حضرت امیر المؤمنین، جناب زہرا،  
امام حسن سے لے کر حضرت جحّۃؓ علیہما السلام تک پروردگار نے اپنی  
روئے زمین پر منتخب شدہ بندوں کو مصروف عزا رکھا۔ یہی وجہ تھی

رحمٰن میں ذہن کو جھنجورا ہے وہیں کئی مرتبہ مالک یوم الدین کا ذکر کر کیا ہے جہاں کسی تاویل، حیله و بہانہ یا کوئی عذر کی بال برابر بھی گنجائش نہیں ہوگی۔

عزاداری کے تحت آنکھوں سے گرے ہوئے آنسو نہ صرف تاریخ انبیاء لکھتے ہیں بلکہ قرآن پر غور و فکر کی دعوت بھی دیتے ہیں قسم قرآن ناطق کی جو پرده غیب میں ہے ہماری اشکبار آنکھوں کا گویا یہ دعویٰ ہے کہ ہم کامیاب اور سرخوبی کے ساتھ اپنے امام کے ہمراہ حشر میں محشور ہوں گے۔

جس طرح ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی ہدایت پار ہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ضرور کوئی ہادی برحق ہے جس کی بناء پر ہدایت باقی ہے اسی طرح پرده غیب میں ایک عزادار ہے جس کی بناء پر یہ عزاداری باقی اور قائم ہے اور وہ خود مسلسل مصروف عزا ہے۔

پروردگار سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے وقت کے امام کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرم اور ہماری نسلوں کو غم امام حسین علیہ السلام میں معموم رہنے کی توفیق عنایت فرم اور فرزند امام حسین علیہ السلام یعنی امام زمانہ علیہ السلام جو منتقم خون حسین علیہ السلام ہیں ان کے ظہور میں تعمیل عنایت فرماتا کہ خون حسین علیہ السلام کا بدلہ لیں اور انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کے قلب شکستہ کو راحت نصیب ہو۔

مصروف عزا ہونا دین کا حصہ ہے۔ اور سُنّتِ حجت خدا ہے۔ اسی لئے ہمارا امام دن ورات گریہ کرتا ہے اور آنسو کے بد لے خون روتا ہے زیارت ناجیہ کا ایک ایک جملہ بیان کرتا ہے کہ ہمارا امام دن ورات مصروف عزا ہے۔

خون آنکھوں سے بہاتا ہے عزادار ہے وہ ہر گھٹری ہائے حسینا کی صدا دیتا ہے مہدی وقت کا رکتا نہیں گریہ شہ پر اُس کا فرش عزا ہر وقت بچھا رہتا ہے آیات و روایات کی رو سے اس مضمون میں سیرت انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام پر ایک تاریخی جھلک راقم الحروف نے رقم کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ ہم تشنہ علم اس کی توجیہ قرآن کریم سے باریک بینی کے ساتھ حاصل کر سکیں۔

خداوند متعال رب العالمین ہے، رحیم ہے رحمان ہے کریم ہے۔ خداوند عالم سے عافیت اور عفو کا ذکر ہم ہر نماز میں کرتے ہیں، پھر یہ گریہ وزاری بر مصائب امام حسین علیہ السلام کی اہمیت اور مصروف عزار ہنے کا انجام کیا ہے جبکہ وہ تو بڑا معاف کرنے والا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ گریہ وزاری سیرت و فکر کو آخرت کی طرف سنجیدگی کے ساتھ متعارف کرتی ہے۔ یہ لفظ آخرت یہ دنیا میں بخشش کے لئے روح رواں کا کام کرتی ہے چنانچہ جہاں سورہ

## امام حسین علیہ السلام کا ایک مناظرہ

سمجھا جس کے لیے وہ مبouth ہوئے تھے۔ چنانچہ کئی مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تکرار کیا کہ اے لوگوں میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ۔

شہادت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ عرصہ گزرا، ابھی ان کا کفن میلا بھی نہیں ہوا تھا کہ معاندین ان کے منبر سے حق پرستوں کے لیے ایک طوفان کی شکل میں برآمد ہونے لگے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے معاندین کے منه پر طمانچہ کی صورت میں جواب دینے والا اس زمین کو رونق بخشتارہا۔ شہادت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو تلامیذ خیز ماحول پیدا ہوا تھا باطل کی طرف سے اٹھنے والی بغاوتوں کو رومنے کے لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اقوال، سیرت، تقریر، فعل کے امانتدار اور وصی موجود تھے۔ اور انہوں نے اس دور کے مناظرے کو حق پرستوں کے لیے اس طرح قائم کر دیا کہ گویا ایک دین ایک قلعہ ہے، اور اس قلعہ کی تحریر دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔ اس کی مثال امام رضا علیہ السلام نے دی ہے کہ ہمارا دین ایک قلعہ ہے اور اس میں محفوظ رہنے کے لیے شرائط ہیں اور ان شرائط میں سے ایک شرط میں ہوں۔

رقم الحروف اپنے مضمون کہ سمیٹے ہوئے اس دور میں آنا

چاہتے ہیں جب خلافت کی باغ ڈور عمر کے ہاتھ میں تھی اور آل ہمیں وہ آئتیں ملتی ہیں جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ امین نہیں

لفظ مناظرہ زبان پر جب آتا ہے، اس کا ایک تاریخی سلسلہ ذہن میں ابھر نے لگتا ہے۔ جہاں حق اور باطل اپنے جواز، اپنی صلاحیت ایک دوسرے کے سامنے رکھتے ہیں۔ علامہ طبری وہ بزرگ عالم ہیں جنہوں نے احتجاج کی نایاب کتاب تالیف کی جس میں آپ نے امام حسین علیہ السلام کے مناظرے کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے۔ اگر تشنیح علم کا مزاج منصفانہ تحقیق پر ہے تو انسان کی تخلیق اور اس کا دنیا میں زندگی بس کرنے کا طریقہ، حشر میں پیش رب اسے بہشت کی بشارت دے گا۔ ان کتابوں میں ایک مزاج پایا جاتا ہے جن میں مناظرے کی مختلف تشکیلات سامنے آ جاتی ہے۔ اس لیے کہ تکوین عالم سے آج تک باطل کا حق پرستوں کے قلعہ سے ٹکرانا ہر دور میں پایا جاتا ہے۔ لیکن کچھ مناظرے ایسے ہیں جن کی حیثیت نور کے منارے کی طرح ہے جو ماشی، حال اور مستقبل کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔

ایک جملک مناظرے کی تاریخ کی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ نمرود کے سامنے ہوا، حضرت موی علیہ السلام کا مناظرہ فراعین کے سامنے ہوتا رہا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مناظرہ ان کی قوم کے سامنے ہوا۔ اسی سلسلے کی سب سے مضبوط کڑی حضرت رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام توجیہات کو سمیٹ لیا ہے۔

اگر باریک بینی سے ہم تلاوت قرآن مجید کریں تو ہر موڑ پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ امین نہیں

اے جھوٹ بولنے والے میرے باپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
کے منبر سے اُتری تمہارے باپ کا منبر نہیں ہے۔

اُس وقت انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم یہ آپ کے باپ کا  
منبر ہے میرے باپ کا منبر نہیں ہے۔ یہ بات آپ کو کس نے تعلیم  
دی آپ کے والدین علی بن ابی طالب علیہما السلام نے تعلیم دی  
امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:- اگر میں اپنے والد کے حکم کی اطاعت  
کروں تو خدا کی قسم وہ ہدایت کرنے والے ہیں اور میں ان سے  
ہدایت حاصل کرتا ہوں۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ  
سے ان کی بیعت لوگوں کی گردنوں پر ہے۔ جس کو خدا کی جانب  
سے جانب جریئل علیہ السلام لے کر نازل ہوئے ہیں وہی شخص اس کا  
انکار کر سکتا ہے جو قرآن کا انکار کرے۔ لوگوں کے دل اس  
ولادیت کو قبول کرتے ہیں زبانیں اس کا انکار کرتی ہیں۔ ان لوگوں  
کے لئے سخت عذاب ہے جو ہم اہل بیت علیہم السلام کے حق کا  
انکار کرتے ہیں۔ یہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حالت میں  
ملاقات کریں گے جب وہ ان سے شدید ناراض ہوں گے اور یہ  
لوگ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اس پر خلیفہ نے کہا:- اے حسین جو آپ کے والد کے حق کا  
انکار کرے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ جب لوگوں نے ہم کو حاکم  
قرار دیا ہے تو ہم حاکم ہوئے ہیں اگر لوگوں نے آپ کے والد کو  
حاکم قرار دیا ہوتا تو ہم ان کی اطاعت کرتے۔

اس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ اے فرزند خطاب  
کس نے تم کو اپنے اوپر حاکم قرار دیا ہے۔ سب سے پہلے تم نے

علیہ وآلہ وسلم لائے تھے، اس کی سیرت بیان، طرز و طریقہ، روشن  
قائم کر رہے تھے۔ وہ زمانہ یاد کریے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی  
یہ حدیث عملی جامہ پہن رہی تھی کہ میرے منبر پر وا۔ وا۔ وا۔۔۔  
مسجد نبوی کا ماحول ہے ایک گوشے میں امام حسین علیہ السلام  
تشریف فرمائیں۔ کمسنی کا عالم ہے۔ شہر میں دروغ گویاں کی  
کثرت ہے۔ وہ تعلیمات جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
طرف سے نازل ہو رہی تھی اور جو ہادی برحق تھے، مفاد پرست  
اس کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے۔ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جب عمر  
نے اپنی خلافت جو کہ حکومت ناجائز کا پیرا ہن پہنچنے ہوئی تھی،  
بیان کے لیے زبان کھولی تو علی علیہ السلام کا شیر دل بیٹا جس کی روگوں  
میں علی علیہ السلام کا خون دوڑ رہا تھا اس کمسنی کے عالم میں بھی اپنے  
قدم کو بڑھاتا ہوا آگے بڑھا اور منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھ کر  
دلیرانہ شان میں ارشاد فرمایا: یہ میرے نانا کا منبر ہے تیرے  
باپ کا نہیں ہے.....

احتجاج میں جو دلائل کی روبدل ہوئی ہے امام حسین علیہ السلام  
اور عمر بن خطاب کے درمیان اسے نقل کرنے کا شرف حاصل کر رہا  
ہوتا کہ سارے عالم پر حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے۔  
ایک دن خلیفہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے خطبہ کے دوران  
کہنے لگے۔

”ان کو تمام مومنین پر زیادہ اختیارات اور حق حاصل ہے“  
اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام مسجد کے ایک گوشے میں  
تشریف فرماتھے آپ نے وہیں سے فرمایا۔

ابو بکر کو اپنا حاکم قرار دیا تاکہ وہ تم کو لوگوں پر حاکم قرار دے ہے۔ تم اعتراض کرنے والوں کو سرکش کہہ رہے ہیں جو تم کو یہ بتیں کسی سرکش نے نہیں سنائی ہیں جو سرکشوں کو ورغلائے اس پر خدا کی لعنت ہو۔

اس وقت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:- اے ابو محمد ذرا صبر سے کام لو اتنے ناراض نہ ہو۔ ذرا میری بات سنو۔

عمر نے کہا:- اے ابو الحسنؑ یہ دونوں یہ خیال کرتے ہیں ان کے علاوہ کسی کو خلافت کا حق نہیں ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:- ان لوگوں کا نسب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب ہے تم ان دونوں کو راضی کرلو اگر تم ان دونوں کو راضی کرلو تو یہم سے راضی ہو جائیں گے۔

عمر نے کہا:- ان کو کس طرح راضی کرو؟

فرمایا:- تم نے جو غلطی کی ہے اس کی معافی مانگو اور جو گناہ کی ہے اس سے توبہ کرو۔

عمر نے کہا:- آپؑ ان لوگوں کو ادب سکھائیں یہ سلاطین کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ نہ کریں لوگ زمین کے حکمران ہیں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:- میں گناہگاروں کو ان کی گناہوں کے بارے میں ادب سکھاتا ہوں اور ان کو متوجہ کر سکتا ہوں جن سے لغزش اور غلطی کا امکان ہو۔ لیکن وہ جن کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اور جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے ادب سیکھا ہواں سے زیادہ کوئی اور با ادب نہیں ہو سکتا ہے۔ اے فرزند خطاب کیا تم ان دونوں کو راضی کرو گے؟

یہ من کر عمر ناراض ہو کر چلے گئے راستہ میں عثمان بن

جب کہ اس بات کے لئے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی دلیل اور جدت تھی اور نہ ہی اہل بیتؑ کی رضا اس میں شامل تھی۔ کیا تمہاری رضایت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضایت ہے۔ یا ان کے اہل بیتؑ علیہم السلام کی رضا ان کی ناراضگی کا سبب ہے؟ خدا کی قسم اگر زبانیں تصدیق کرتیں اور مونین عملی طور پر مدد کرتے تو تم کبھی آلِ محمد علیہم السلام پر مسلط نہیں ہو سکتے تھے اور نہ ہی ان کے منبر پر بیٹھ سکتے تھے۔ تم لوگوں کے حاکم ہو گئے ہو جب کہ قرآن میں جو کچھ ان کے بارے میں نازل ہوا ہے اس سے واقف نہیں ہو اور نہ ہی اس کی تاویل سے آگاہ ہو تمہاری نظر میں گناہگار اور بے گناہ برابر ہیں۔

خداتم کو تمہاری جزادے تم نے اپنے کئے کے بارے میں کیا سوچا ہے؟

لوگوں کا بیان ہے۔ یہ سن کر عمر ناراض ہو کر منبر سے اُتر آئے اور اپنے چاہنے والوں کے ہمراہ امیر المؤمنین علیہ السلام کے گھر آئے اور اجازت طلب کی اجازت مل گئی اور جب خدمت میں حاضر ہوئے تو اس طرح کہنے لگے۔

اے ابو الحسنؑ آپ کے فرزند سے مجھے کیا کیا سننا پڑا۔ انہوں نے مسجد میں سب کے سامنے مجھے بُرا بھلا کہا مدینہ کے سرکش لوگوں کو میرے خلاف ورغلایا۔

وہاں موجود امام حسنؑ نے کہا:- فرزند رسول حسینؑ کو ان لوگوں کے خلاف یہی بات کہنا چاہیئے جن کو حکومت کا کوئی حق نہیں

عفّان، عبد الرحمن بن عوف سے ملاقات ہوئی۔ عبد الرحمن بن اپنی ذاتی رائے سے معین کیا تھا اور خلیفہ اول کو بھی عموم جمہور نے حاکم قرار نہیں دیا تھا۔ اور آج تک مسلمانوں کے پاس کوئی ایسی مستحکم دلیل نہیں ہے جس سے ان لوگوں کی خلافت کو ثابت کر سکیں۔ جیسا کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ان لوگوں نے اپنی خلافت کے بارے میں خدا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کوئی ایک واضح آیت اور حدیث پیش نہیں کی اور جن روایتوں کو پیش بھی کرتے ہیں وہ سب وہ روایتیں ہیں جو خلافت کا دور گزرنے کے بعد تیار کی گئی ہیں ورنہ جس وقت خلیفہ اور حاکم بنایا جا رہا تھا اس وقت کسی کی طرف سے نہ کوئی آیت پیش کی گئی اور نہ ہی کوئی حدیث بیان کی گئی۔

امام حسین علیہ السلام کا یہ فرمانا کس قدر درست ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت و بیعت خدا نے نازل کی ہے جسے جناب جبریل لے کر آئے ہیں۔ جو اس کا انکار کرتے ہیں وہ قرآن کا انکار کر رہے ہیں۔ آج بھی اہل انصاف کے دل اہل بیت علیہم السلام کی حقانیت کو قبول کرتے ہیں۔ دنیا کی مصلحتیں زبان سے اقرار کی اجازت نہیں دیتی ہیں لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے قیامت میں یہ زبانیں بند ہو جائیں گی اور دل گواہی دے گا۔ یہ زبانی انکار ابدی ہلاکت کا سبب قرار پائے گا۔ خدا سب کو دل کے ساتھ زبان سے علی الاعلان اقرار و لایت و امامت اہل بیت علیہم السلام کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

عوف نے دریافت کیا۔ اے ابو حفص کیا ہوا بڑی دیر تک بحث ہوتی رہی؟

عمر نے کہا:- علی بن ابی طالب اور ان کے فرزندوں کی دلیلوں کا کوئی جواب دے سکتا ہے؟

اس وقت عثمان نے کہا:- وہ بنی عبد مناف ہیں وہ ذرخیز زمین ہیں بقیہ لوگ بخبر ہیں۔ وہ تروتازہ ہیں بقیہ لوگ خشک ہیں۔

عمر نے کہا:- تم اسی طرح حماقت کی باتیں کرتے رہو گے اس پر عثمان نے ان کا لباس کپڑا دنوں میں لٹای ہونے لگی اور عثمان نے کہا:- اے فرزند خطاب تم میری باتوں کا انکار کرتے ہو۔ عبد الرحمن نے دنوں کو الگ کیا۔ اور لوگ چلے گئے۔

(احجاج طرسی جلد ۲ ص ۲۹۲ - ۲۹۳)

اس طرح کے اور بھی واقعات ہیں جہاں امام حسین علیہ السلام کی حقانیت اور اہل بیت علیہم السلام اور خاص کر حضرت علی بن ابی طالب علیہم السلام کی فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔

اس واقعہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے خلیفہ کی دلیل خلافت کو سرے سے باطل قرار دے دیا۔ آج تک مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ عام مسلمانوں نے ان کو خلیفہ مقرر کیا تھا یعنی جمہور نے ان کو حاکم بنایا تھا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ دو مکتوکی بھی جمہور نے حاکم قرار نہیں دیا تھا۔ ان کو تو بس ایک خلیفہ نے



ابو عمارہ المنشد نے روایت کی کہ جس دن بھی امام جعفر صادق (علیہ السلام) کے سامنے امام حسین (علیہ السلام) کا ذکر ہوا تو پھر کسی نے آپ (علیہ السلام) کو سارا دن مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا اور آپ (علیہ السلام) فرماتے کہ حسین (علیہ السلام) ہر مومن کے آنسو ہیں (یعنی حسین (علیہ السلام) کی یاد ہر مومن کے لئے گریہ کا سبب ہے)۔

(کامل الزیارات، باب ۳۶، ح ۲)

